ملتان کی جوانی! | اک داستاں رہے گی ملتان کے لبوں پر
ملتان کی نشانیو | انسانیت کے نغمے، انسان کے لبوں پر
ملتان لٹ گیا ہے ملتان کے نظب رهنا | سو سو سلام تم پر
ملتان کے شہید و ملتان کے ستارو! | دوزخ حرام تم پر
ملتان کی نظر سے | تم نے اٹھا لیا ہے
ملتان کے جگر سے | تم نے بچا لیا ہے
صدیوں لہو بہے گا | بطحا کا ہجر پرچم ملتان کے لکھارو!
تازہ یہ غم رہے گا | ملتان کے شہید و ملتان کے ستارو!

✱✱

فدائے احرار حضرت مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات

حضرت مولانا گل شیر شہیدؒ مجلس احرار اسلام کے عظیم رہنما اور تحریک آزادی کے نامور سپوت تھے کیمبل پور، میانوالی آپ کی جد و جہد کے مراکز تھے۔ آپ نے راہِ حق میں جام شہادت نوش کیا۔ جن احباب کے پاس اُن کے متعلق کوئی تحریری یا واقعاتی مواد موجود ہو تو وہ مہربانی فرما کر ہم سے رابطہ فرمائیں۔ مولانا کی سوانح حیات اشاعت کے آخری مراحل میں ہے یہ مواد احباب کے شکریہ کے ساتھ اس میں شامل کر دیا جائے گا۔ اصل دستاویز کی فوٹو اسٹیٹ کاپی اس پتہ پر روانہ فرمائیں ——— شکریہ!

محمد عمر فاروق
فاروقی دواخانہ! مین بازار تلہ گنگ ضلع چکوال

حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ!

دسمبر اور جنوری کے شمارہ میں حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کا مضمون بعنوان "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور عہد حاضر میں ان کے ناقدین" دو قسطوں میں شائع ہوا۔ اس میں صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہیں لکھا ہوا تھا جو سہوِ کتابت ہے۔ احباب درست فرمالیں۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ پاک تمام صحابہ سے راضی ہو گئے لیکن بعض نام نہاد سُنی ابھی تک کئی صحابہؓ سے ناراض ہیں۔ اللہ ہدایت دے۔ آمین

محمد شاہد شوکت اعتبار۔ چونڈہ

زوالِ اُمّت کا الہامی علاج

خُدائے ذوالجلال نے انسان کو عقل و شعور جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ اسے بہت حد تک اپنے ماحول پر اپنے حالات و اعمال پر اختیار بھی دیا۔ لیکن اس حد تک کہ جس سے خالق و مخلوق کا فرق باقی رہے۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ ہم نے انسان کو وہی کچھ دیا جس کی اس نے کوشش کی۔ انسان نے خُدا کے عطا کردہ عقل و شعور اور اختیارات کو کام میں لاتے ہوئے اتنی ترقی کی کہ وہی انسان جو بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سے سہم جایا کرتا تھا آج اسی بجلی کو اپنے اختیار میں لا کر اس سے ایسے ایسے کام لے رہا ہے جو کہ آج سے چند صدیاں پہلے کے انسان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ انسان نے اپنی ایجادات کی بدولت ایک طرف زمین کا سینہ چاک کر کے اس میں چھپے ہوئے خزانوں کو اپنے استعمال میں لانا شروع کر دیا ہے تو دوسری طرف چاند سے آگے مریخ اور زہرہ پر کمندیں ڈال رہا ہے۔ یہ سب کچھ درست ہے لیکن ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا!   اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا   زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا   آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا

اگر خدا نے انسان کو ترقی کی منازل سے ہمکنار کیا ہے تو اس نے روز ازل سے لئے گئے میثاق میں یہ بھی کروایا تھا کہ بالآخر تم میری ربوبیت کا اعتراف کرو گے اور پھر تم روحانی ترقی کے معراج پہ پہنچ جاؤ گے۔ ؎

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ـــــ قَالُوْا بَلٰی!

ہم نے ترقی کا ایک زاویہ نگاہ میں رکھا۔ دوسرے کو بالکل فراموش کر بیٹھے، جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ہستی کو عملاً فراموش کر دینے والے انسان نے مادی ترقی کو بھی منفی انداز سے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ خدا نے اسے نعمتوں سے نوازا مگر یہ خُدائی فیصلے پر شاکر نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی ہوس میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آج دنیا جدید اور مہلک ہتھیاروں کے انبار پر بیٹھی ہے۔ نہ جانے کب کسی کی ذرا سی کوتاہی یا شرارت سے یہ انبار پھٹ پڑے

اور پوری انسانیت بھک سے اُڑ جائے۔

یہ اسی انسانی ہوس کا نتیجہ ہے کہ دنیا کے چند وڈیروں نے اپنے مخصوص مفادات کی خاطر پورے عالم انسانیت کو اپنے اپنے بلاکوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ تعاون ہمدردی اور امداد کے نام پر غریب اور بے کس اقوام کا استحصال کیا جا رہا ہے بے بس غریبوں کا خون چوس چوس کر ان کے قوائے جسمانی و عقلی کو بے کار کیا جا رہا ہے۔ DEVIDE AND RULE (لڑاؤ اور حکومت کرو) کے خود ساختہ اصول پر عمل کرتے ہوئے دنیا کی بندر بانٹ کی جا رہی ہے ——— پھر ان منقسم اقوام کے درمیان خود ساختہ اختلافات کو فروغ دے کر ان کو ہر وقت لڑاتے رہنا ان بڑوں کا مشغلہ بن چکا ہے۔ زیر استحصال ممالک کے درمیان مختلف علاقائی جغرافیائی اور سیاسی اختلافات کو ہوا دے کر ان کو اپنی موت آپ مارا جا رہا ہے۔ پوری دنیا ان "بڑوں" کی تیار کردہ مصنوعات کی منڈی بن چکی ہے۔ سرمایہ کاری کے نام پر ان ممالک کے نادار مفلس اور مزدور پیشہ عوام کی ہڈیوں اور خون کے گارے سے سرمایہ داروں کے محل تیار ہو رہے ہیں۔

ملیں اسی لئے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں

کہ دختران وطن تار تار کو ترسیں

ہماری قوم کا بحیثیت مجموعی شیرازہ بکھیرنے کی خاطر عالمی شطرنج کے شاطروں نے اپنے روحانی و نظریاتی فرزندان ناہموار کی وساطت سے مختلف نزاعی مسائل کھڑے کر رکھے ہیں۔ کہیں ایک ہی خدا اور ایک رسولؐ کے اُمتی علاقائی و لسانی اختلافات میں اس قدر اُلجھ چکے ہیں کہ وہ اپنے ہی ہم وطن اور ہم مذہب بھائی کی عزت و ناموس کو برباد کرنا ایک اعلیٰ کام سمجھتے ہیں۔ پھر اس اختلاف میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ وہ انسانیت سوز سلوک کرتے ہیں کہ قبل از اسلام کی تاریخ جہالت بھی شرمانے لگتی ہے۔ کہیں انہوں نے اپنے زر خرید مولوی نما مذہبی لیڈروں کی وساطت سے عوام کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلک اور عقیدے کے نام پر مذہبی طبقات میں بانٹ رکھا ہے اور یہ اختلاف و نزاع اس قدر شدت اختیار کر چکا ہے کہ ایسی نزاعی کیفیت شاید دو مختلف الہامی ادیان کو ماننے والوں کے درمیان بھی ڈھونڈے سے نہ ملے۔ عقیدے اور مسالک کے فروعی اختلافات کی بنا پر تعصب کا یہ عالم ہے کہ ایک ہی گھر میں رہنے والے دو مختلف عقیدے اور مسلک کے حامی باپ اور بیٹا، ماں اور بیٹی، بھائی اور بہن شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو دیکھنے کے روادار نہیں اور ہر سال کئی جانیں ان مسموم مذہبی اختلافات کی نذر ہو جاتی ہیں۔

مذہبی اختلاف کی اس شدت کے برعکس عملی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ نماز روزہ، زکوٰۃ، حج اور ایسے ہی دوسرے دینی اعمال جو کہ اصل میں دین کی بنیاد اور اساس ہیں۔ ان کو ایک متروک چیز سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ دینی فرائض کے

پابند مسلمان کو رجعت پسند کی مشہور زمانہ گالی سے نوازا جاتا ہے۔ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ان اعمالِ صالحہ کی تحریری تقریری اور عملی مخالفت کرنیوالوں کو جدیدیّت کا ایک سمبل (SYMBOL) خیال کیا جاتا ہے اور ذہنوں میں یہ بات آہستہ آہستہ راسخ ہوتی جارہی ہے کہ جو شخص دینی عقائد و اعمال کے متعلق جتنی زیادہ زبان درازی کرے گا اتنا ہی ترقی پسند کہلانے کا حقدار ہوگا۔ دینی اعتبار سے ترقی پسند کہلانے کے شوق میں بہت سے لوگ اس قدر غافل ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنی تحریروں اور تقاریر میں دینی کام کرنیوالوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ طنز کے تیر برساتے ہیں۔ اور پھر خود کو تاریخ انسانی کا سب سے بڑا عقل مند (حقیقتاً جاہل اعظم) ثابت کرنے کے لئے خدا کی برگزیدہ اور پسندیدہ ہستیوں صحابہ کرامؓ کی تنقیص کرنے سے باز نہیں آتے۔ اس کے باوجود خود کو بہت بڑا دینی مدبّر، مفسّر، مؤرّخ اتنی بڑی "ع" والا اہل سنّت والجماعت کہلواتے ہیں۔

دین اسلام سے حقیقی دوری کا ہی نتیجہ ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے ایثار، قربانی، ہمدردی، تعاون جیسے جذبات واحساسات صرف کتابوں تک ہی محدود ہوکر رہ گئے ہیں اور خود غرضی، تعصب، بد دیانتی، بے حسی کا یہ عالم ہے کہ چند ٹکوں اور ایک بالشت زمین کے ٹکڑوں کے عوض دوسرے انسان کی جان لینا ایک معمول بن چکا ہے۔ دوسرے انسان کی عزت و آبرو سے کھیلنا ایک بڑائی اور فخر کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم جس دین کے پیروکار ہونے کے دعوے دار ہیں، اس دین کے شارحِ اعظمؐ نے فرمایا ہے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ہم نے دوسرے کی عزت کی کیا حفاظت کرنی ہے۔ کئی انسان نما درندے تو ایسے بھی ہیں کہ جن سے خود اپنی بہو بیٹیوں، بہنوں کی عزت محفوظ نہیں۔ اگر ایک شخص کو خدا مرتبے، عزت، اقتدار یا دولت جیسی وقتی نعمت سے نواز دے تو اس کی حتی المقدور کوشش یہی ہوتی ہے کہ جو چیز مجھے حاصل ہے اس کا شائبہ تک بھی دوسرے مسلمان کو نصیب نہ ہو، جس مقام پر میں پہنچ چکا ہوں دوسرا کبھی بھول کر بھی ادھر کا رُخ نہ کرے۔ خود غرضی کا یہ منفی جذبہ اس قدر انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ امیر اور سرمایہ دارانہ ذہنیت والا طبقہ کسی غریب کی عزت بیچ کر بھی اپنی دولت میں اضافہ کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ اور اگر اس کا بس چلے تو شاید دوسرے کی سانس چھین کر بھی اپنی عمر کو طوالت بخشنے سے باز نہ آئے۔

حکمران اپنے دور کو طویل کرنے کی فکر میں ہے۔ ہر نو وارد حکمران ایک نیا نعرہ دے کر اقتدار میں آتا ہے۔ پھر اس کی خواہش کی انتہا کا یہ عالم ہے کہ اگر عمرِ خضر بھی اسے مل جائے تو بھی دوسروں کی گردنوں پر سوار ہوکر

گنا دے۔ "اسلام جو کہ ہمارے ملک کے عوام کے نزدیک ایک جذباتی مسئلہ ہے۔ ہر آنے والا حکمران اس نعرے کو ایک نیا رنگ دے کر قوم کو اپنے دام دلفریب میں پھانستا ہے۔ اسے مختلف انداز سے اپنے اقتدار کی طوالت کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اور جب ایک محبوب کی ادا کی طرح اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہوتا ہے تو وہی وعدۂ وصل ایک دھوکہ ثابت ہوتا ہے۔

میرے ناقص خیال میں ہمارے تمام تر روحانی جسمانی عقلی فکری، اندرونی بیرونی، قومی علاقائی اور عالمی مسائل کا ایک اور صرف ایک شافی و کافی حل ہے۔ اور وہ ہے یقین آخرت۔

بالکلیہ اس عقیدہ آخرت کا عمل سے بہت گہرا تعلق ہے۔ عمل سے میری مراد یہ ہے کہ اگر ہم اپنے ہر طرز عمل میں اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ ہم جو بھی چھوٹے سے چھوٹا، بڑے سے بڑا عملی، تحریری، تقریری کام کرتے ہیں۔ ان اعمال کی ایک ویڈیو فلم تیار ہو رہی ہے۔ آج تو ہم ویڈیو فلم کے اس قدر شوقین ہیں کہ نمازیں بھی فوت ہو جاتی ہیں۔ مگر ہماری اپنی اداکاری سے تیار کردہ ویڈیو فلم ہمیں روز قیامت (نہ چاہتے ہوئے بھی) دیکھنی پڑے گی۔ پھر جس طرح ہر مقدمے کے گواہ پیش ہوتے ہیں۔ اس جرم کا عملی ثبوت مہیا کرنا لازمی ہوتا ہے۔

ہمارے زندگی بھر کے جرائم کا عملی ثبوت ہمارا اعمال نامہ ہوگا۔ اور ہمارے جرائم کے چشم دید گواہ دوسرے انسان یا زر خرید "سلطانی گواہ" نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہمارے اپنے جسم کے مختلف اعضاء ہمارے خلاف خداوند ذوالجلال کی عدالت میں ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ جس ہاتھ سے کسی کی پگڑی اچھالی ہوگی، کسی کی عزت و ناموس پر ڈاکہ ڈالا ہوگا۔ دین کے اساسی عقائد کے خلاف لمبے لمبے مقالے لکھے ہوں گے، وہی ہاتھ ہمارے خلاف گواہی دیں گے، جن قدموں سے چل کر کوئی غلیظ کام کیا ہوگا، بدفعلی کا ارتکاب کیا ہوگا وہی قدم ہمارے خلاف استغاثہ دائر کریں گے، جس زبان سے کسی کے خلاف نازیبا الفاظ بکے ہوں گے، اپنے ماتحتوں کو ذہنی کوفت دی ہوگی۔ بے بنیاد سیاسی ساکھ قائم رکھنے کے لئے دینی عقائد کو متروک کیا ہوگا۔ خدا کی برگزیدہ ہستیوں کی تنقیص کی ہوگی، عوام الناس کے ساتھ جھوٹے وعدے کئے ہوں گے، اور پوری قدرت اور اختیار ہونے کے باوجود وعدوں کا ایفا نہیں کیا ہوگا۔ وہی تلاوت کر کے دھوکہ کرنے والی زبان خداوند قدوس کے حضور ہماری سب سے بڑی مخالف ہوگی۔

ہم لوگ جو غیروں کے اشاروں پر اپنے ہی بھائیوں کے ساتھ محض دنیاوی اغراض پر مبنی اختلافات کھڑے کر کے قتل و غارت شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ہمیں اس بات پر پختہ یقین ہو کہ ہمارے ان اعمال کا احتساب ہونا ہے تو ہم یقیناً اپنے قبیح فعل سے باز آ جائیں۔ اگر آج ہم کچھ بڑوں کی پناہ سے کہ یا کسی وزیر اعلیٰ کے دم چھلے

بن کر یا مخالفین دین و ملت کی سیاسی پناہ حاصل کر کے دنیاوی احتساب سے بچ نکلتے ہیں تو ہمیں یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ کل کو ہمیں سب سے بڑے حاکم اعلیٰ، منصف حقیقی، عادل اعظم کی عدالت عالیہ میں حاضر ہونا ہے۔ دو مسلمان بھائیوں کے درمیان مذہبی منافرت کو ہوا دے کر کشت و خون کروانے والے وعظ فروش، دین فروش ملاں اگر دنیا کی چند روزہ زندگی کی بے ثباتی اور دائمی اور لامتناہی زندگی کی حقیقتوں سے باخبر ہو جائیں تو یہ مذہبی لیڈرے یقیناً قوم کا شیرازہ بکھیرنے سے باز آجائیں۔

دوسروں کی زندگی اور عزت و ناموس سے کھیل کر اپنی دولت کو بچانے والے قارون و شداد کی معنوی و روحانی اولاد کے دل میں اگر یقین آخرت پختہ ہو جائے تو وہ بھی یقیناً اپنے اس غیر انسانی فعل سے باز آجائیں۔ دنیا دی داد و تحسین حاصل کرنے کے شوق بد میں شعائر اسلامی اور اسلام کے آفاقی نظریات و قوانین کا مذاق اور تضحیک کرنیوالے یتیم فی العلم بزعم خود دانش ور اور مذہبی گمراہ اگر قبر و حشر کی ہولناکیوں کو پیش نظر رکھیں تو یقیناً ایسے ننگ انسانیت فعل سے باز آجائیں۔

وہ حکمران اور سیاست دان جو عوام کے جذبات و احساسات کا خون کر کے اقتدار حاصل کرتے ہیں اور پھر عوام سے کیئے گئے وعدوں سے ایک دلفریب اور خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ منحرف ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ایک قول ان کی سیاسی زندگی کی کایا پلٹ دینے کے لئے کافی ہے۔ صولت اسلامیہ کے اس مدبر اعظم نے فرمایا:۔

" اگر دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو مجھے روز حشر اس کا بھی حساب دینا پڑے گا۔ "

مجھے یقین ہے کہ اگر آج بھی ہم اپنی اپنی حیثیت اور اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی کا محاسبہ شروع کر دیں تو وہ دن دور نہیں کہ جب ہمارے مسائل حل ہونا شروع ہو جائیں اور ہماری مشکلات و مصائب میں کمی واقع ہونی شروع ہو جائے کیونکہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

"عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسولؐ کے لئے ہے اور مومنوں کے لئے ہے۔"

اس آفاقی فلسفے کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم ایمان دار ہونے کا دعوے تو کرتے ہیں۔ لیکن ہماری عزت ۔۔۔۔۔ جس طرف نظر دوڑائیں، ذلت و پستی، محکومی و غلامی مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے۔ ہر جگہ مسلمان ذلیل و زبوں حال ہیں۔ ایک بالشت کے برابر اسرائیل پورے عالم اسلام کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ہماری اپنے حقیقی مرکز یعنی اسلام سے عملی بے رُخی ہے۔ حدیث و تاریخ میں یہ واقعہ محفوظ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے